20

انتخابات کی فہرستوں کی تیاری کے ضمن میں نہایت ضروری ہدایت

(فرمودہ 7 جون 1946ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"میرے دانتوں میں چونکہ درد ہے اور بولنے سے تکلیف زیادہ ہو جاتی ہے اس لئے مَیں صرف چند منٹ اور وہ بھی آہستہ آواز سے خطبہ کہہ سکوں گا مگر پیشتر اِس کے کہ مَیں اُس مضمون کو بیان کروں جو آج بیان کرنا چاہتا ہوں مَیں نظارت امور عامہ کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ مَیں نے بار بار ہدایت دی ہے کہ لڑکوں میں اخلاق اور آداب کی عادت پیدا کرنی چاہیئے لیکن باوجود اس کے ماں باپ اور افسران اس طرف توجہ نہیں کرتے۔ عجیب بات یہ ہے کہ ابھی چند دن ہوئے مَیں نے رات کی مجلس میں اس طرف توجہ دلائی تھی کہ حرکات اور گفتگو میں وقار کی عادت ہونی چاہیئے۔ جلدی سے کُود کر آگے آنا اور دوسروں پر گرنا ناواجب بات ہے۔ لیکن میری اس تقریر کے چند دنوں کے اندر ہی یہ تو کہنا درست نہیں ہو سکتا کہ میری آنکھوں کے سامنے کیونکہ اُس طرف میری پیٹھ تھی لیکن میری موجودگی میں بند کی طرف آتے ہوئے لڑکے اِس طرح کُود کر آگے آئے کہ وہ پہرہ داروں پر گرے اور پہرہ دار مجھ پر گرے۔ مَیں نظارت امور عامہ کے سپرد یہ معاملہ کرتا ہوں۔ وہ تحقیقات کریں کہ یہ لڑکے جو میرے سامنے بیٹھے ہیں کس سکول کے ہیں۔ پھر جس سکول کے یہ لڑکے ثابت ہوں

اس کے افسران کو تنبیہہ کریں۔ ان لڑکوں کے متعلق مَیں حکم دیتا ہوں کہ تین مہینہ تک یہ اس مسجد کے صرف جنوب مشرقی کونہ میں بیٹھ سکتے ہیں کسی اَور حصہ میں نہیں بیٹھ سکتے۔"

اس موقع پر حضور نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

" وہ کونہ جو نظر آ رہا ہے اس کے آخری حصہ میں ان کو بیٹھنے کی اجازت ہو گی۔ قریب آنے کی اجازت نہیں ہو گی اور امور عامہ اِس بات کا ذمہ دار ہو گا کہ اس کے آدمی آئندہ اس امر کی نگرانی رکھیں کہ یہ لڑکے امام کے راستہ میں یا اس کے قریب تو نہیں بیٹھتے۔

اس کے بعد مَیں جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ الیکشن پھر ہونے والے ہیں اور ان کے لئے لسٹیں بن رہی ہیں۔ میرے پاس جو رپورٹیں آتی رہتی ہیں ان سے مجھے یہ بات نہایت افسوسناک طور پر معلوم ہوئی ہے کہ جماعتیں پورے طور پر اس کام کی طرف توجہ نہیں کر رہیں۔ اَور تو اَور قادیان کی جماعت کا یہ حال ہے کہ ناظر امور عامہ نے مجھے لکھا کہ مَیں بعض محلوں میں گیا تو باوجود اس کے کہ اعلان پر ڈیڑھ مہینہ گزر چکا ہے ایک پریذیڈنٹ نے کہا کہ ہم غور کر رہے ہیں کل یا پرسوں کام شروع کر دیں گے۔ مجھے اس پر ایک اپنا غور کرنے کا لطیفہ یاد آ گیا مگر وہ تو ایسا غور تھا کہ اگر اس میں کوئی غلطی ہو جاتی تو کوئی قومی نقصان نہیں تھا، زیادہ سے زیادہ ہمیں ایک وقت کھانے کی تکلیف ہو جاتی مگر یہ غور بڑا خطرناک ہے۔ مَیں ایک دفعہ دریا پر سیر کے لئے گیا یہاں قدرت اللہ صاحب مرحوم ایک مخلص احمدی تھے وہ اَن پڑھ تھے اور بھیل قوم میں سے تھے لیکن آدمی اخلاص والے تھے چونکہ ہمارے ساتھ قافلہ بہت بڑا ہوتا ہے مجھے ایک دو دن کے بعد معلوم ہوا کہ آٹا ختم ہو رہا ہے۔ باورچی میرے پاس آیا اور اس نے اطلاع دی کہ کل صبح آٹا ختم ہو جائے گا آج ہی کوئی انتظام کرنا چاہئے ورنہ کل تکلیف ہو گی۔ مَیں نے ان کے اخلاص اور محبت کو دیکھ کر چاہا کہ یہ کام ان سے لیا جائے۔ یوں بھی اُن سے بے تکلفی تھی کیونکہ وہ ہمارے ہاں کام کرتے رہے تھے۔ مَیں نے ان کو بلایا اور کہا میاں قدرت اللہ صاحب! مَیں آپ کے سپرد ایک کام کرنا چاہتا ہوں مگر وہ کام ذرا جلدی کرنے والا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ یہاں بیسیوں مہمان آتے رہتے ہیں اور ہمارا قافلہ بھی بہت بڑا ہے۔ باورچی نے یہ اطلاع دی ہے کہ کل صبح آٹا ختم ہو جائے گا۔ آپ گندم کی دو بوریاں

اُٹھوا کر لے جائیں اور کسی خراس سے پِسوا لائیں۔ پھیرو چیچی کے اِرد گرد کئی خراس ہیں آپ کے سپرد مَیں یہ کام اس لئے کر رہا ہوں کہ آپ واقف ہیں یہ کام ذرا جلدی کر لیں گے۔ بہرحال آج شام تک یہ کام ہو جانا چاہئے کیونکہ کل صبح ہمیں آٹے کی ضرورت ہو گی۔ وہ بوریاں اُٹھوا کر لے گئے اور مجھے یہ بات بھول گئی۔ دوسرے دن شام کو باورچی نے کہلا بھیجا کہ آج صبح اور شام کے لئے تو ہم نے آٹا مانگ کر گزارہ کر لیا ہے مگر آخر یہ حالت کب تک چلے گی۔ ایک وقت میں 25، 30 سیر آٹا پکتا ہے اور گاؤں میں سے اتنا آٹا میسر آنا مشکل ہوتا ہے کیونکہ لوگوں نے گھروں میں چکیاں رکھی ہوئی ہوتی ہیں اور وہ اتنا آٹا ہی پیستے ہیں جتنی ان کو ضرورت ہوتی ہے زیادہ ذخیرہ اپنے پاس نہیں رکھتے۔ اس لئے ہمیں دقّت پیش آ رہی ہے۔ گاؤں سے مسلسل اتنا آٹا مل نہیں سکتا اور اپنا آٹا اب تک نہیں پہنچا۔ مَیں نے ایک آدمی کو کہا کہ جاؤ اور دیکھو کہ میاں قدرت اللہ صاحب کہاں گئے ہیں۔ وہ گندم کی دو بوریاں اُٹھوا کر لے گئے تھے مگر اب تک واپس نہیں آئے۔ خدا کرے خیر ہو۔ آدمی گیا اور اس نے واپس آ کر کہا کہ میاں قدرت اللہ صاحب ملے نہیں۔ مَیں نے کہا خیر ہو شاید آج رات تک پہنچ جائیں۔ وہ دن بھی گزرا تو تیسرے دن باورچی نے پھر شکایت کی کہ اس وقت بھی ہم نے آٹا قرض لے کر پکایا ہے مگر گاؤں والے آخر کب تک ہمیں آٹا مہیا کر سکیں گے۔ اس پر پھر میاں قدرت اللہ صاحب کی تلاش کی گئی تو وہ اپنے گھر میں ملے۔ باہر سے آدمی نے اُن کو آوازیں دینی شروع کیں کہ میاں قدرت اللہ صاحب! میاں قدرت اللہ صاحب! آپ اندر بیٹھے ہیں اور وہاں شور پڑا ہوا ہے کہ آٹا نہیں، آپ بوریاں اُٹھوا کر لائے تھے اور آپ کو کہا گیا تھا کہ جلدی آٹا پِسوا کر لائیں مگر آپ نے کچھ خبر ہی نہیں دی کہ آخر ہوا کیا۔ ہم لوگ گاؤں والوں سے قرض لے کر آٹا کھا رہے ہیں۔ کسی سے پانچ سیر لیا ہے، کسی سے تین سیر لیا ہے، کسی سے دو سیر لیا ہے، اِس طرح دو دن ہمیں لوگوں سے آٹا مانگتے گزر گئے ہیں اور آپ ابھی تک واپس نہیں پہنچے۔ انہوں نے اندر سے ہی آواز دی کہ فکر تو مجھے بھی بہت ہے اور پھر پنجابی میں یہ فقرہ کہا کہ "اسیں غور کر رہے ہاں کہ کتّھے پِسوایئے"۔ یعنی ابھی ہم یہی غور کر رہے ہیں کہ دانے کہاں سے پِسوائے جائیں حالانکہ ان سے پچاس گز پر کئی پَن چکیاں تھیں اور وہ اگر چاہتے تو بڑی آسانی سے آٹا پِسوا سکتے تھے۔

مگر انہوں نے اس غور میں دو تین دن گزار دیئے کہ آٹا اِس پر پِسوائیں یا اُس پر پِسوائیں۔ مجھے یہ بات معلوم ہوئی تو مَیں نے کہا انہیں غور کرنے دو۔ وہ تو ہمارے جانے کے بعد بھی اس پر غور کر کے کوئی فیصلہ کر سکتے ہیں۔ سرِ دست کوئی اَور آدمی چلا جائے اور آٹا پِسوا لائے۔ چنانچہ آدمی گیا اور آٹا پِسوا کر لے آیا۔ یہ بھی ویسا ہی غور ہے جیسا میاں قدرت اللہ صاحب مرحوم کا غور تھا۔ مگر اُس غور میں تو کوئی زیادہ حرج نہیں تھا کیونکہ گاؤں والوں سے آٹا مل جاتا۔ وہاں احمدیوں کا سو دو سو گھر ہے اگر دو دو چار چار سیر آٹا بھی ایک ایک گھر سے قرض لیا جاتا تو چار پانچ دن تک گزارہ ہو جاتا۔ بعد میں اپنا آٹا آجاتا تو لوگوں سے مانگا ہوًا آٹا انہیں واپس کیا جا سکتا۔ لیکن اگر ہمیں گاؤں والوں سے آٹا نہ مل سکتا تب بھی کیا ہوتا؟ یہی ہوتا کہ ایک دو وقت کا فاقہ آجاتا اور فاقہ ایسی چیز نہیں جو انوکھی ہو۔ دنیا میں اَور بھی کئی لوگ فاقہ کرتے ہیں۔ مگر یہ کام ایسا نہیں کہ اگر اس کے متعلق ہمارا غور لمبا ہو جائے تو بعد میں اس سے پیدا شدہ نقصانات کا ازالہ ہو سکے یا ان نقصانات کو برداشت کیا جا سکے۔

ہماری جماعت کو سمجھنا چاہئے کہ ہماری حالت اِس وقت بتیس دانتوں میں زبان کی طرح ہے۔ اور ہماری تھوڑی سی غفلت ہمارے کاموں کو اس طرح نقصان پہنچا سکتی ہے کہ بعد میں ہمارے لئے اس کا ازالہ بالکل ناممکن ہے۔ مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ بعض دفعہ غور اتنا لمبا چلا جاتا ہے کہ کام کو نقصان پہنچ جاتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اہم امور میں غور کرنے کی ضرورت ہوتی ہے مگر ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ غور کا سلسلہ ختم ہی نہ ہو اور قومی کاموں کو نقصان پہنچ جائے۔ مگر عام طور پر لوگوں میں یہ نقص پایا جاتا ہے کہ جب بھی کوئی بات ہو وہ کہتے ہیں ہم غور کر رہے ہیں اور پھر وہ وقت کبھی آتا ہی نہیں جب ان کے غور کا سلسلہ ختم ہو۔ گویا یہ ایک ایسا لفظ ہے جو بظاہر تو نہایت اچھا ہے لیکن جس مفہوم میں لوگ اس کو استعمال کرتے ہیں وہ نہایت گندہ ہے۔ وہ الفاظ ایسے استعمال کرتے ہیں جو طبیعت پر نیک اثر ڈالنے والے ہوتے ہیں اور سننے والے سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ بڑے مدبر ہیں، انہیں غور اور فکر کی بڑی عادت ہے لیکن ان کا اصل مقصد کچھ اَور ہوتا ہے اور وہ اس اچھے اور نیک لفظ سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے جیسے کہتے ہیں کوئی شخص نماز پڑھا کرتا تھا۔

ایک دن اس سے کسی نے پوچھا کہ تم نماز کیوں پڑھتے ہو؟ اس نے کہا مَیں نماز اس لئے پڑھتا ہوں کہ سجدہ میں ہوا اچھی طرح خارج ہو جاتی ہے۔ جس طرح اس شخص نے ایک اچھا لفظ اپنے لئے اختیار کر لیا تھا کہ مَیں نماز پڑھتا ہوں لیکن دراصل اس کا مقصد نماز سے تمسخر اور استہزا تھا۔ اسی طرح عام طور پر غور کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے مگر اس کے معنے غور کے نہیں ہوتے بلکہ اس کے معنے سستی اور غفلت، بے توجہی اور عدمِ اعتنائی کے ہوتے ہیں۔ لیکن لفظ غور و فکر کا استعمال کیا جاتا ہے تا سننے والے سمجھیں کہ یہ لوگ بڑے نیک ہیں، بڑا غور اور فکر کرتے ہیں حالانکہ اس کے اصل معنے یہ ہوتے ہیں کہ وہ کوئی کام نہیں کر رہے۔

امام ابو حنیفہؒ ایک دفعہ بازار میں سے گزر رہے تھے کہ کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ کو بھی کسی نے ایسی نصیحت کی ہے جس سے آپ کو فائدہ ہوا ہو؟ انہوں نے کہا ہاں ایسی نصیحت کی کہ ساری عمر مجھے وہ نصیحت نہیں بھول سکتی۔ لوگوں نے پوچھا وہ کیا نصیحت تھی۔ جس نے آپ کو فائدہ دیا؟ انہوں نے فرمایا مَیں ایک دفعہ بازار میں سے گزر رہا تھا، بارش ہو رہی تھی کہ ایک بارہ تیرہ سال کا لڑکا دوڑتا ہوا میرے پاس سے گزرا۔ مَیں نے اسے کہا بچے! ذرا آرام سے چلو اگر پھسل گئے تو چوٹ لگے گی۔ میری یہ بات سن کر وہ بچہ کھڑا ہو گیا۔ اس نے میری طرف دیکھا اور مجھے پہچان کر کہا۔ حضور! آپ آرام سے چلئے۔ مَیں پھسل گیا تو کوئی بڑی بات نہیں ایک معمولی لڑکا ہوں پھسلا تو ہڈی پسلی ٹوٹ جائے گی۔ لیکن اگر آپ پھسلے تو ساری اُمت پھسل جائے گی اُس کا مطلب یہ تھا کہ آپ احتیاط سے فتویٰ دیا کریں۔ اگر آپ کوئی علمی غلطی کر بیٹھے تو لاکھوں آدمیوں کو نقصان پہنچ جائے گا۔ وہ دن گیا اور آج کا دن آیا اُس بچہ کی یہ بات مجھے آج تک نہیں بُھولی کہ امام صاحب! آپ احتیاط سے چلیں، آپ پھسلے تو ساری امت پھسل جائے گی۔

ہماری جماعت کے افراد کو بھی یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ ہماری جماعت خدا تعالیٰ کے دین کی محافظ ہے۔ اگر ہم پھسلے تو عالمِ اسلام کی تمام عمارت پھسل جائے گی، آسمان پھسل جائے گا، زمین پھسل جائے گی اور ہم خدا تعالیٰ کے سامنے اپنی اس کوتاہی کے ذمہ دار ہوں گے۔ اس لئے ہماری جماعت کے دوستوں کو سستی اور غفلت سے ہمیشہ بچنا چاہیئے۔ خصوصاً کارکنوں کو

مَیں اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ انہیں ان لسٹوں کی تیاری میں پوری محنت اور تندہی سے کام لینا چاہئے۔ چونکہ الیکشن کی لسٹیں باہر بھی تیار ہو رہی ہیں۔ اس لئے قادیان سے باہر کی جماعتوں کو بھی مَیں توجہ دلاتا ہوں کہ ان کے علاقوں میں کونسلوں کے انتخاب کے لئے جو نئی لسٹیں بن رہی ہیں وہ انہیں احتیاط اور توجہ سے بنوانی چاہئیں اور اس بارہ میں وقت کی جس قدر قربانی کی ضرورت ہو وہ انہیں قربان کرنا چاہئے۔ مجھے تعجب ہے کہ ابھی گزشتہ دنوں صدر انجمن احمدیہ کے ایک ادارہ سے انتخابات کے کام کے لئے ایک آدمی مانگا گیا تو اس نے آدمی دینے سے انکار کر دیا۔ میری ایک بیوی اس سال امتحان دے رہی ہیں۔ 15 جون کو ان کا امتحان ہونے والا ہے۔ مَیں نے انہیں کہا کہ کام کرنا صرف تمہارے سپرد نہیں اور لوگوں کا بھی فرض ہے کہ کام کریں۔ تم اس وقت چھٹی لے لو کیونکہ تمہارا امتحان قریب ہے۔ ان کی جگہ اتفاقاً ایک استانی مقرر کی گئیں۔ اس پر محکمہ کو لکھا گیا کہ فلاں استانی کو کچھ دنوں کے لئے فارغ کر دیا جائے کیونکہ ان سے سلسلہ کا ایک اور ضروری کام لینا ہے۔ محکمہ نے جواب دیا کہ ہم اس استانی کو فارغ نہیں کر سکتے۔ میرے نزدیک اس قسم کی ذہنیت رکھنے والے افسر خود اس قابل ہیں کہ ان کو فارغ کر دیا جائے۔ وہ جانتے ہی نہیں کہ قومی کام کیا ہوتا ہے اور وہ کتنی بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ وہ اتنا ہی جانتے ہیں کہ ہم افسر ہیں اور ہماری مرضی ہے کہ ہم لوگوں سے جو چاہیں کام لیں۔ چاہے وہ مرضی ایسی ہی ہو جیسے آبِ زمزم میں پیشاب کرنے والے نالائق کی مرضی تھی۔ اس قسم کے لوگ اپنی گندی ذہنیتوں سے دوسروں کو بگاڑنے کا موجب ہوتے ہیں اور بالا افسران اور صدر انجمن احمدیہ کا فرض ہے کہ ان کی اصلاح کریں۔ وہ ایسے پھوڑے ہیں جو چِیر کر درست کرنے کے قابل ہیں۔ قومی کاموں میں ہمیشہ بڑے کام کے مقابلہ میں چھوٹے کام کو قربان کیا جاتا ہے اور یہ ایک ایسا اصل ہے جو ترقی کرنے والی قومیں ہمیشہ اپنے مدنظر رکھتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں سارے کام لوگ کرتے چلے جاتے تھے اور کبھی وہ یہ سوال نہیں اٹھاتے تھے کہ یہ کام ہم کیوں کریں، ہمارے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ وہ جانتے تھے کہ ہمیں جو کچھ کہا جاتا ہے سلسلہ کے لئے کہا جاتا ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کام کو سرانجام دیں۔ آخر غور کرنا چاہئے کہ کیا اس زمانہ میں ہیڈ ماسٹروں کو

یہ احساس نہیں ہوتا تھا کہ ہمارا نتیجہ اچھا ہو، یا کیا اس زمانہ کے ہیڈ ماسٹروں اور افسروں کے دل پتھر کے تھے ؟۔ اور آجکل کے ناظر اور ہیڈ ماسٹر اور مدرّس بڑے نرم دل ہیں جن کو کوئی ٹھیس نہیں لگنی چاہئے ؟ ان کا نتیجہ اگر خراب نکلتا تھا تو بے شک نکلتا لیکن آجکل کے ہیڈ ماسٹروں اور مدرّسوں کا نتیجہ خراب نہیں نکلنا چاہئے۔ یقیناً جو کچھ پہلوں نے کیا وہ بُرا نہیں تھا بلکہ اچھا تھا اور جو شخص اس طریق سے ہٹتا ہے وہ اپنے عمل سے اس بات کا ثبوت مہیا کرتا ہے کہ پہلوں کے دلوں میں فرشتہ بیٹھا تھا لیکن اس کے دل میں شیطان آ گھسا ہے۔ اور ہمارا فرض ہے کہ اگر ہم دیکھیں کہ کسی شخص کے دل میں شیطان گُھس گیا ہے، اُس کی ملّی اور مذہبی روح کمزور ہو گئی ہے اور انفرادیت کی روح اس میں ترقی کر رہی ہے تو اس خرابی کا سر کچلنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ جب کسی قوم کے افراد میں انفرادیت کی روح ترقی کر جاتی ہے اور انتظامی روح کمزور ہو جاتی ہے تو وہ پراگندہ ہو جاتے ہیں اور ان کی کچھ بھی وقعت باقی نہیں رہتی۔ پس مَیں ناظر اعلیٰ اور صدر انجمن احمدیہ کو اس کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس قسم کی روح کی اصلاح کریں۔ اب صرف آٹھ دس دن باقی ہیں۔ اگر ہر محکمہ اسی قسم کا رویہ دکھائے تو کام کس طرح چلے۔ تب تو چاہئے کہ سوڈیڑھ سو کارکن صرف ہنگامی کاموں کے لئے رکھے جائیں جن سے یہ کام لیا جائے۔ پس یا تو صدر انجمن احمدیہ ایسا ریزولیوشن پاس کرے کہ سوڈیڑھ سو کارکنوں کو ہنگامی کاموں کے لئے رکھا جاتا ہے۔ وہ اَور دنوں میں فارغ رہیں گے لیکن جب ہنگامی طور پر کوئی ضرورت پیش آجائے گی تو ان سے کام لیا جائے گا۔ ورنہ انجمن اپنے افسروں کی ذہنیت کو بدلے جو سلسلہ کا کام پیش آنے پر یہ جواب دے دیتے ہیں کہ ہم اس کام کے لئے کسی کو فارغ نہیں کر سکتے۔ سلسلہ کے کام کا تو ہر شخص ذمہ دار ہے کُجا یہ کہ وہ شخص جو سلسلہ سے روٹی لے کر کھاتا ہو وہ اپنے آپ کو سلسلہ کے کاموں کا ذمہ دار نہ سمجھے۔ اگر دوسرے لوگ سلسلہ کے کاموں کے ذمہ دار ہیں تو وہ لوگ جو سلسلہ سے تنخواہ لے کر روٹیاں کھاتے ہیں وہ کیوں ذمہ دار نہیں۔ کیا یہ بات کسی معقول انسان کے ذہن میں آسکتی ہے کہ ایک تاجر تو سلسلہ کے کاموں کا ذمہ دار ہے، ایک مزدور تو سلسلہ کے کاموں کا ذمہ دار ہے، ایک لوہار تو سلسلہ کے کاموں کا ذمہ دار ہے، ایک ترکھان تو سلسلہ کے کاموں کا ذمہ دار ہے مگر وہ لوگ جن کی روٹی انجمن کے خرچ پر

چلتی ہے وہ اس کے کاموں کے ذمہ دار نہیں ہیں؟ یقیناً کوئی شخص ایسی غیر معقول بات تسلیم نہیں کر سکتا۔ لیکن پھر بھی ہر جماعت میں کچھ کمزور لوگ ہوتے ہیں۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ انجمن کے بعض اپنے آدمی سلسلہ کے کام نہیں کرتے تو اُن کو ٹھوکر لگ جاتی ہے اور وہ کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ جب انجمن والے یہ کام نہیں کرتے تو ہم کیوں کریں۔ گو اُن کا یہ جواب ان کی بے ایمانی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ انجمن خدا نہیں۔ اگر انجمن ساری کی ساری مرتد ہو جائے، اگر انجمن ساری کی ساری گمراہ ہو جائے، اگر انجمن ساری کی ساری بے دین ہو جائے تب بھی ہم کہیں گے کہ ہمیں اس کی کیا پروا ہو سکتی ہے۔ ہم کہیں گے کہ جہاں دس شیطان پہلے موجود تھے وہاں بیس شیطان اَور پیدا ہو گئے ہیں۔ بہر حال اگر ہمارا خدا تعالیٰ سے تعلق ہے تو ہمیں انجمن کی کوئی پروا نہیں ہو سکتی۔ مومن اکیلا اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے سامنے ذمہ دار سمجھتا ہے۔ ایک بڑھئی سلسلہ کے کاموں کا ویسا ہی ذمہ دار ہے جیسے صدر انجمن احمدیہ، ایک ڈاکٹر سلسلہ کے کاموں کا ویسا ہی ذمہ دار ہے جیسے صدر انجمن احمدیہ اور ایک لوہار سلسلہ کے کاموں کا ویسا ہی ذمہ دار ہے جیسے صدر انجمن احمدیہ۔ پس ہمیں اس کی تو پروا نہیں ہونی چاہیئے کہ انجمن کیا کرتی ہے۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کمزور دل لوگ اس کو بہانہ بنا لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب صدر انجمن احمدیہ فلاں کام نہیں کرتی تو ہم کیوں کریں۔ اس قسم کے بیماروں کو بچانے کے لئے اگر صدر انجمن احمدیہ بعض آدمیوں میں یہ نقص دیکھتی ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم سلسلہ کے فلاں کام کے ذمہ دار نہیں تو اسے اپنے ان ساتھیوں کی دماغی اصلاح کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ دوسروں کے لئے کسی فتنہ کا موجب بن جائیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک سب لوگ برابر ہیں لیکن اس کے باوجود اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اگر ایک بڑا شخص بُرا نمونہ دکھلائے گا تو اس کا بد اثر دوسروں پر بھی پڑے گا اور وہ بھی عمل میں سُست ہو جائیں گے۔ مثلاً نماز کے متعلق جس طرح ایک باپ خدا تعالیٰ کے سامنے ذمہ دار ہے اسی طرح ایک بیٹا خدا تعالیٰ کے سامنے ذمہ دار ہے۔ لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اگر باپ نماز پڑھنے میں سُست ہو گا تو بیٹا بھی لازماً سُست ہو جائے گا۔ یوں خدا تعالیٰ کے سامنے دونوں ذمہ دار ہیں۔ باپ بھی ذمہ دار ہے اور بیٹا بھی ذمہ دار ہے۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں،

باپ بھی خدا تعالیٰ کا بندہ ہے اور بیٹا بھی خدا تعالیٰ کا بندہ ہے۔ لیکن باپ سُست ہو گا تو بیٹا بھی ضرور سُست ہو جائے گا۔ یا مثلاً خدا تعالیٰ کے سامنے جس طرح ایک ماں شرعی امور کے متعلق جواب دِہ ہے اسی طرح بیٹی خدا تعالیٰ کے سامنے جواب دِہ ہے۔ ماں بھی خدا تعالیٰ کی بندی ہے اور بیٹی بھی خدا تعالیٰ کی بندی ہے لیکن اگر ماں سُست ہو گی تو بیٹی پر بھی اس کا ضرور اثر پڑے گا اور وہ بھی نماز روزہ میں سُست ہو جائے گی۔ پس انجمن کو اپنے کارکنوں کی اصلاح کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ اگر ان میں قومی روح نہیں ہو گی تو گو مومنوں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔ وہ کہیں گے انجمن جو چاہے کرے ہم خدا تعالیٰ کے سامنے ذمہ دار ہیں لیکن کمزور لوگ یہ ضرور کہیں گے کہ جب یہ لوگ جو اس کام پر خاص طور پر مقرر ہیں فلاں کام نہیں کرتے تو ہم کیوں کریں۔ ان کا یہ فقرہ تو بے ایمانی کا ہو گا مگر یہ بے ایمانی ایسی ہو گی جو اپنے اندر وسعت رکھتی ہے۔ پہلے ایک شخص بے ایمان ہو گا پھر دو شخص بے ایمان ہوں گے۔ پھر دس اور بیس بے ایمان ہوں گے۔ پس صدر انجمن احمدیہ کو اپنے کارکنوں کی اصلاح کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ ایسے ہنگامی کاموں کے وقت دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو یہ صورت ہو سکتی ہے کہ انجمن بڑا وسیع عملہ رکھے اور سو ڈیڑھ سو کارکن صرف ہنگامی ضروریات کے لئے مہیا کرے۔ اور اگر یہ نہیں ہو سکتا تو پھر دوسری صورت یہی ہو سکتی ہے کہ صدر انجمن احمدیہ ہر وقت یہ امر اپنے مدنظر رکھے کہ ایسے ہنگامی کاموں اور اہم قومی ضروریات کے لئے اگر آدھے یا دو تہائی آدمی بھی کسی وقت فارغ کرنے پڑیں تو بے شک فارغ کر دیئے جائیں اور جو لوگ باقی رہیں وہ دوسروں کا بوجھ اُٹھالیں۔ دنیا میں یہی ہوتا ہے۔ ایک زمیندار گھر میں دو آدمی ہوتے ہیں تو ان میں سے ایک ہل چلاتا ہے اور دوسرا جانوروں کے لئے چارہ وغیرہ کا انتظام کرتا ہے۔ اگر کسی وقت چارہ کا انتظام کرنے والا بیمار ہو جاتا ہے تو دوسرا شخص ہل بھی چلاتا ہے اور چارے کا بھی انتظام کرتا ہے۔ اسی طرح اگر دو ہالی ہوں اور ان میں سے ایک بیمار ہو جائے تو عارضی طور پر دوسرا شخص اپنے اوپر زائد بوجھ ڈال لیتا ہے۔ اپنا ہل بھی چلاتا ہے اور دوسرے کی زمین میں بھی ہل چلاتا ہے۔ اسی طرح ہسپتال میں بعض دفعہ ڈاکٹر بیمار ہو کر آٹھ دس دن کی رخصت پر چلا جاتا ہے تو کمپونڈر (Compounder) اس کی جگہ کام کرتے رہتے ہیں۔ اور اگر کمپونڈر بیمار ہو جائے تو ڈاکٹر اس کا کام سنبھال لیتا ہے۔ یہی

طریق دنیا میں ہر جگہ جاری ہے اور ہر محکمہ میں یہی ہوتا ہے کہ اگر بیماری یا کسی ہنگامی ضرورت کی وجہ سے ایک دو کارکن چند دنوں کے لئے چلے جائیں تو باقی کارکن ان کا بوجھ اپنے اوپر لے لیتے ہیں۔ جب ہر محکمہ میں ایسا ہوتا ہے تو کیا مدرّس ایسا نہیں کر سکتے؟ اگر ان میں نیکی اور تقویٰ ہو اگر ملّی اور مذہبی کاموں کو بخوشی سرانجام دینے کی روح ان میں پائی جاتی ہو تو یہ ہرگز کوئی ایسی بات نہیں جس پر ان کے دلوں میں اعتراض پیدا ہو۔ وہ اپنے آدمیوں میں سے ایک دو کو فارغ کر سکتے ہیں اور اس کی جگہ خود کام کر سکتے ہیں۔ جس طرح ہسپتال میں اگر ایک ڈاکٹر آٹھ دس دن کی چُھٹی پر چلا جاتا ہے تو کمپونڈر اس کا کام سنبھال لیتے ہیں۔ کمپونڈر چلا جائے تو ڈاکٹر اس کی جگہ کام کرنے کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ جس طرح ہل چلانے والا بیمار ہو جاتا ہے تو دوسرا شخص جو چارہ لانے کا کام کیا کرتا تھا وہی ہل بھی چلاتا ہے اور چارہ بھی لاتا ہے اُسی طرح مدرّسوں میں بھی ایسا ہو سکتا ہے کہ اگر چند مدرّس ہنگامی ضروریات کے لئے فارغ کرا لئے جائیں تو باقی مدرّس ان کا بوجھ اٹھالیں اور کام کو نقصان نہ پہنچنے دیں۔ آخر مدرّس سارا وقت کام نہیں کرتے زیادہ سے زیادہ چار گھنٹے کام کرتے ہیں اور باقی وقت فارغ رہتے ہیں۔ اگر چند دنوں کے لئے انہیں دو چار مدرّسوں کی جگہ چار گھنٹہ کی بجائے چھ گھنٹہ بھی کام کرنا پڑے تو یہ کوئی مشکل بات نہیں۔ جو شخص تین گھنٹے کام کرتا ہے وہ چار گھنٹے بھی کام کر سکتا ہے اور جو چار گھنٹے کام کرتا ہے وہ پانچ گھنٹے بھی کام کر سکتا ہے اور کسی قسم کا حرج واقع نہیں ہو سکتا۔ بہرحال یہ ساری باتیں ہو سکتی ہیں مگر نیت بخیر ہونی چاہئے۔ جب نیت درست ہو تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ فلاں ناظر نے کیا کیا یا فلاں نائب ناظر یا افسر صیغہ یا ہیڈ ماسٹر نے کیا کیا۔ انسان سمجھتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے سامنے میں ذمہ دار ہوں۔ مجھے اس امر کی کیا پرواہ ہے کہ زید نے کیا کیا یا بکر کیا کر رہا ہے۔ لیکن جب نیت خراب ہو جائے تو ایمان خراب ہو جاتا ہے اور پھر ایسے شخص کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔ پیچھے ہٹتے ہٹتے وہ جہنم میں جا پڑتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں جب ایمان مضبوط ہو تو ہر شخص اپنی ذمہ داری کو آپ محسوس کرتا ہے۔ وہ جب دیکھتا ہے کہ میرا دوسرا ساتھی غفلت اور کوتاہی سے کام لے رہا ہے تو بجائے طعنہ زنی کرنے اور ہنسی مذاق سے کام لینے کے وہ آگے بڑھتا ہے اور کہتا ہے یہ خدا کا کام ہے۔ مَیں نے اس کام کو بگڑنے نہیں دینا۔ تب وہ خود ذمہ دار بن کر کام کو کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے۔

دنیا کی تاریخ میں ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں کہ میدانِ جنگ میں کرنیل مارا گیا تو میجر نے کمان سنبھال لی۔ میجر مارا گیا تو کیپٹن نے کمان سنبھال لی، کیپٹن مارا گیا تو لیفٹیننٹ نے کمان سنبھال لی۔ لیفٹیننٹ مارا گیا تو صوبیدار نے کمان سنبھال لی، صوبیدار مارا گیا تو جمعدار نے کمان سنبھال لی حالانکہ جمعداروں کی فوجی لحاظ سے کوئی خاص تربیت نہیں ہوتی مگر بیسیوں مثالیں ایسی ملتی ہیں کہ جمعداروں نے فوج کی کمان سنبھال لی اور وہ بڑی حفاظت سے اس کو واپس لے آئے۔ اسی طرح مومنوں میں سے جو لوگ بڑے سمجھے جاتے ہیں اور مرکزی کاموں پر مقرر ہیں وہ اگر اپنے کاموں میں کوتاہی کریں تو پھر ہر ادنیٰ سے ادنیٰ مومن کا فرض ہے کہ وہ اس بوجھ کو اپنے کندھوں پر اٹھائے اور خدا تعالیٰ کے دین کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچنے دے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر حجت تمام کرنے کے لئے ہی محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو اَن پڑھ رکھا ہے۔ ورنہ کیا خدا تعالیٰ میں طاقت نہیں تھی کہ وہ محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کو ایسی اعلیٰ درجہ کی دنیوی تعلیم دلاتا کہ کوئی شخص ظاہری تعلیم میں بھی آپؐ کا مقابلہ نہ کر سکتا؟ یا کیا خدا تعالیٰ میں طاقت نہیں تھی کہ وہ آپ کو بڑا مالدار بنا دیتا؟ خدا تعالیٰ یہ سب کچھ کر سکتا تھا مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ یہ بتانے کے لئے کہ کبھی اسلام کے کاموں میں یہ عذر نہ کرنا کہ ہم پڑھے لکھے نہیں۔ تمہارا رسول جو دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا تھا اور جو اولین و آخرین کا سردار تھا وہ بھی اَن پڑھ تھا۔ جب اس نے اَن پڑھ ہو کر دنیا میں ایک عظیم الشان تغیر پیدا کر دیا تو تم اَن پڑھ ہو کر خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت کیوں نہیں کر سکتے۔

پس دینی کاموں میں کبھی یہ سوال نہیں کرنا چاہئے کہ مجھ سے بالا آدمی کیا کرتا ہے۔ مومن ہر ایک بالا ہوتا ہے اور مساوات کے معنے بھی یہی ہیں۔ چنانچہ نمازوں میں یہی ہوتا ہے کہ بادشاہ اور گدا، امیر اور غریب سب ایک صف میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہی سبق سکھایا ہے کہ جب ضرورت پیش آ جائے اس وقت تمہیں یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ فلاں بڑا آدمی کیا کام کر رہا ہے۔ ہم نے بڑے اور چھوٹے کا امتیاز اپنی مسجد میں نہیں رکھا۔ اس لئے اگر ایک ایسا شخص جو تمہیں بظاہر بڑا نظر آتا ہے دین کے کاموں میں کوتاہی کرتا ہے تو تم جو بظاہر چھوٹے سمجھے جاتے ہو تمہارا فرض ہے کہ اس بوجھ کو اٹھا لو اور اسلام کے جھنڈے کو

نیچا نہ ہونے دو۔ پس ہماری جماعت کے دوستوں کو اپنی ذمہ داری سمجھنی چاہئے اور انہیں کبھی یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ صدر انجمن احمدیہ کے ناظر یا نائب ناظر یا ہیڈ ماسٹر یا ہیڈ مسٹرس وغیرہ کیا کرتے ہیں۔ اگر وہ کام کریں تو اچھی بات ہے۔ اگر وہ اپنی ذمہ داری عمدگی سے ادا کرتے ہیں تو ہمارے بھائی ہیں۔ اور اگر وہ اپنی ذمہ داری ادا نہیں کرتے تو وہ ہمارے نزدیک ویسے ہی ہیں جیسے غیر لوگ۔ ہمارا ان سے اتنا ہی تعلق اور پیار ہے جتنا ان لوگوں کے دلوں میں تقویٰ پایا جاتا ہے۔ اگر کسی وقت تقویٰ ان کے دلوں سے نکل جاتا ہے اور خشیت اللہ کی روح ان میں نہیں رہتی تو دوسرے لوگوں کو چاہئے کہ وہ دین کا کام خود سنبھال لیں اور چاہے کچھ ہو جائے سلسلہ کے کسی کام میں کوئی رخنہ واقع نہ ہونے دیں۔ کیونکہ دین کے کام میں رخنہ پیدا ہونا مومن کی برداشت سے باہر ہوتا ہے۔ وہ بہر حال خدا تعالیٰ کے کام کو نقصان نہیں پہنچنے دیتا چاہے اس کوشش میں اس کی جان چلی جائے۔"

(الفضل 15 جون 1946ء)